رضوان اللہ علیہم اجمعین
معیارِ ہدایت صحابہ کرام

الحمد لله رب العالمين O والصلوة والسلام على سيد المرسلينO
اما بعد! فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم Oبسم الله الرحمن الرحيمO.

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا وان تولوا فانما هم في شقاق فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم﴾ (البقرہ:۱۳۷)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی رشد وہدایت کے لیے انبیاء ورسل علیہم الصلوۃ والسلام کی بعثت کا سلسلہ جاری فرمایا اور سب سے آخر میں امام الانبیاء امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اس اعزاز کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ آپ ﷺ پر اس سلسلہ کو مکمل فرمادیا اور آئندہ کے لیے اعلان کردیا:

﴿ماكان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبين وكان الله بكل شيء عليما﴾ (الاحزاب:۴۰)

آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کے بعد کوئی دوسرا نبی ورسول بنا کر نہیں بھیجا جائے گا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زندگی کو کامل ترین نمونہ بیان فرمایا:

﴿لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الاخر وذكر الله كثيرا﴾ (الاحزاب:۲۱)

رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی کا نظارہ ومشاہدہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا۔ اس لیے دوسرے لوگوں کے لیے رب العزت نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیار مقرر فرمادیا کہ اگر تمہارا ایمان، عقائد واعمال امام کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے رفقاء، صحابہ کرامؓ کے ایمان کے مطابق ہوگا تب تم لوگ ہدایت یافتہ ہوگے اور اگر تمہارا ایمان عقیدہ یا عمل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدہ وعمل کے خلاف ہوگا تو نہ صرف یہ کہ تمہیں ہدایت والا تسلیم نہیں کیا جائے گا بلکہ جہنم کی سخت سزا کے حقدار ٹھہروگے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساء ت مصيرا (النساء:۱۱۵)

اللہ کریم کے بیان کردہ اصول کے پیش نظر ان سطور میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے کہ ان پاکباز ہستیوں کے ایمان کی کیفیت کیا تھی؟ تاکہ ہم بھی اپنے ایمان، عقائد واعمال کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کے مطابق بنائیں اور ہدایت پائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ضلالت وگمراہی سے بچا کر شاہراہِ ہدایت پر گامزن فرمائے۔ آمین۔

ایمان کی کمی وزیادتی

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کی کیفیت کو اللہ کریم نے یوں بیان فرمایا:

انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون O الذین یقیمون الصلوۃ ومما رزقناھم ینفقون O اولئک ھم المومنون حقا لھم درجات عند ربھم ومغفرۃ ورزق کریم (الانفال:۴،۳)

''بیشک مومن وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ایمان میں بڑھ جاتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ وہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے عطا کردہ رزق میں سے خرچ کرتے ہیں' یہی لوگ پکے مومن ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس درجات ہیں اور بخشش ہے اور عزت والا رزق ہے۔''

ان آیات بینات میں اللہ رب العزت نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ایمان کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات کو تلاوت کیا جاتا ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ دوسرے مقام پر یوں ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

﴿الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل﴾ (آل عمران:۱۷۳)

''وہ لوگ کہ جن کو لوگوں نے کہا کہ بے شک لوگ (مشرکین) تمہارے خلاف جمع ہو چکے ہیں تو تم ان سے ڈر جاؤ (تو مسلمان بجائے خوفزدہ ہونے کے) ان کا ایمان بڑھ گیا اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

اس آیت مبارکہ سے بھی یہ ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان بڑھ جاتا تھا اور ایسے لوگوں کے متعلق ہی اللہ تعالیٰ نے:

﴿اولئک ھم المومنون حقا﴾

کہہ کر ان کے ایمان دار ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے۔

اب جس شخص کا ایمان قرآن مجید کی آیات سن کر یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اور دلائل دیکھ کر بڑھ جائے تو اس کا ایمان تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان جیسا ہے اور جس شخص کا ایمان نہ بڑھے یا وہ شخص ایمان کی کمی وزیادتی کا عقیدہ نہ رکھے' وہ سمجھ لے کہ میں ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا ایمان صحابہ کرام کے ایمان کے معیار پر نہیں ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدو﴾ (البقرہ)

قبر کو سجدہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

آج کل کئی لوگ قبر کو سجدہ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت بھی کہلاتے ہیں۔ حالانکہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جائز نہیں سمجھتے تھے۔

حدیث رسول ﷺ ملاحظہ فرمائیں:

((عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرۃ فرایتھم یسجدون لمرزبان لھم فقلت لرسول اللہ ﷺ

احق ان یسجد لہ فاتیت رسول الله ﷺ فقلت انی اتیت الحیرة فرایتھم یسجدون لمرزبان لھم فانت احق بان یسجدلک فقال لی ارایت لو مررت بقبری اکنت تسجدلہ فقلت لا فقال لا تفعلوا لو کنت امر احدا ان یسجد لاحد لامرت النسآء ان یسجدون لازواجھن لما جعل الله لھم علیھن من حق﴿ (مشکوۃ:۲۸۲،باب عشرۃ النساء)

''حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حیرہ شہر میں گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے مرزبان (سردار) کوسجدہ کرتے ہیں تو میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تو اس سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ چنانچہ جب میں واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہی بات عرض کی کہ حیرہ کے لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ تو اس سے کہیں زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ (لہٰذا آپ ہمیں سجدہ کرنے کی اجازت دیں) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا خیال ہے اگر تو میری قبر کے پاس سے گزرے تو اسے بھی سجدہ کرے گا؟ تو صحابی رسول حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا نہیں (میں آپ کی قبر کو سجدہ نہیں کروں گا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرو یعنی مجھے بھی سجدہ نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر کسی دوسرے کے لیے بھی سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے خاوندوں کو اپنی بیویوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔''

اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا یہ عقیدہ کس قدر واضح ہے کہ کسی قبر کو سجدہ نہیں کیا جا سکتا خواہ وہ قبر سید کل کائنات حضرت محمد ﷺ کی ہی کیوں نہ ہو۔ آج لوگ قبروں پر جھکنا' ان پر سجدہ کرنا یا زندہ بزرگوں' ولیوں' پیروں' فقیروں کو سجدہ کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ انہیں جان لینا چاہیے کہ ایسا عقیدہ رکھنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عظیم قرآن مجید میں بہت واضح ہے:

﴿فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا﴾

''ہدایت والا وہی ہو سکتا ہے جس کا ایمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان جیسا ہو۔''

اس لیے غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز سمجھنے والے گمراہ تو ہو سکتے ہیں' ہدایت یافتہ نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو علم غیب اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ

جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ سے وحدہ لاشریک ہے اسی طرح وہ خالق و مالک اپنی صفات میں بھی یکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ''علم'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ساری کائنات کا علم ہے۔ جو کچھ ہو چکا' جو ہو رہا ہے یا آئندہ ہوگا' اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور ان چیزوں کے علم کے لیے اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کے بتانے یا خبر دینے کا محتاج نہیں ہے۔ لیکن کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام رحمہم اللہ کے لیے علم غیب مانتے ہیں۔ ذیل میں ہم حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے لیے معیار ایمان' معیار حق اور معیار ہدایت تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان و عقیدہ ہے۔

اس کائنات میں سب سے عظیم ہستی جنہیں اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے' وہ امام کائنات حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ مگر بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو

بھی نہیں بتایا اور ان کے متعلق علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

ایک دفعہ ام المومنین صدیقہ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

من اخبرک ان محمداً رای ربه او کتم شیئا مما امر به او یعلم الخمس التی قال اللہ تعالیٰ ان اللہ عنده علم الساعة وینزل الغیث فقد اعظم الفریة...... الخ. (مشکوٰۃ ۵۰۱' باب رویۃ اللہ تعالیٰ)

''کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا آپ وحی میں سے کوئی بات چھپا گئے ہیں یا آپ ان پانچ چیزوں کو جانتے ہیں' جنھیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ''بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش نازل کرتا ہے تو اس نے بہت بڑا جھوٹ باندھا۔''

اس حدیث مبارک سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے۔ اسی طرح سورۃ التحریم میں اللہ تعالیٰ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول بیان فرماتے ہیں:

﴿من انباک هذا قال نبانی العلیم الخبیر﴾ (التحریم:۳)

کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے (اگر حضرت حفصہ کا یہ عقیدہ ہوتا کہ آپ ﷺ غیب جانتے ہیں تو پھر یہ سوال نہ کرتیں۔ معلوم ہوا کہ ان کا بھی عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ کو بتائے بغیر علم نہیں ہوتا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جاننے والے' خبر رکھنے والے نے یہ خبر دی ہے۔

اس آیت مبارکہ اور مذکورہ حدیث سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کے لیے علم غیب کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا آج جو شخص یہ عقیدہ رکھے گا اس کا عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے کے خلاف ہوگا۔ اس لیے وہ ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتا۔ ہدایت یافتہ وہی ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسا عقیدہ اپنائے۔

رسول اللہ ا کا بھول جانا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ بھول جاتے ہیں اور بھول سکتے ہیں۔ جو کہ اس حدیث سے واضح ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

(ان رسول اللہ ﷺ انصرف من اثنتین فقال له ذو الیدین اقصرت الصلوة ام نسیت یا رسول اللہ ﷺ فقال رسول اللہ اصدق ذو الیدین فقال الناس نعم......الخ)

(بخاری:۱/۱۶۴' **باب فی لم یتشهد فی سجدتی السهو' کتاب التهجد**)

''رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ دو رکعتیں نماز پڑھا دی (جبکہ نماز چار رکعت والی تھی) تو ذوالیدین (آپ کے صحابی کا نام) نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ ﷺ بھول گئے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے تصدیق چاہی کہ کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے تو لوگوں نے کہا کہ ہاں۔''

آگے مکمل حدیث ذکر کی گئی ہے کہ پھر آپ ﷺ نے بقیہ دو رکعت نماز پڑھائی اور سجدہ سہو کیا۔لیکن یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ صحابی رسول ﷺ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ بھول گئے ہیں؟

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ بھول سکتے ہیں۔آج جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے لیے علم غیب اور مختارکل ہونا ثابت کرنے کے لیے آپ ﷺ کے بھولنے کا انکار کرتے ہیں۔کیونکہ بھول جانے والا تو عالم الغیب نہیں ہوسکتا۔ان کا عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے کے خلاف ہے۔لہٰذا ان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔کیونکہ ہدایت کے لیے معیار اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ کا ایمان ہے۔اگر ان جیسا ہمارا ایمان نہیں تو ہم ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتے۔

مسئلہ حاضر و ناظر اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ

بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کو ہر جگہ ہر وقت موجود مانتے ہیں۔جس کے لیے حاضر و ناظر کی اصطلاح عام ہے۔اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ جن کے عقیدہ و ایمان کو اللہ نے لوگوں کے عقیدہ و ایمان کے لیے معیار بیان فرمایا ہے ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس مسئلہ کے متعلق کیا عقیدہ و موقف کیا تھا؟ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

كنا قعودا حول رسول الله ﷺ معنا ابوبكر وعمر فى نفر فقام رسول الله ﷺ من بين اظهرنا فابطأ علينا وخشينا ان يقتطع دوننا وفزعنا وقمنا فكنت اول من فزع فخرجت ابتغى رسول الله ﷺ حتى اتيت حائطا لانصار بنى النجار فدرت به هل اجدله بابا فلم اجد فاذا ربيع يدخل فى جوف حائط من بير خارجة والربيع الجدول فاحتفرت دخلت على رسول الله ﷺ فقال ابوهريرة فقلت نعم يا رسول الله قال ما شانك قلت كنت بين اظهرنا فقمت فابطأت علينا فخشينا ان تقتطع دوننا...... الحديث (مسلم، ص:۴۵، کتاب الایمان)

(اختصار کی وجہ سے مفہوم بیان کیا جاتا ہے)

”کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی موجود تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے اور واپس آنے میں دیر کی تو ہم ڈر گئے کہ آپ کو ہم سے جدا کر دیا گیا ہے۔یہ خیال کر کے (کہ کسی دشمن نے آپ کو گھیر لیا ہے یا آپ کی موت آ گئی ہے) ہم گھبرا گئے۔سب سے پہلا میں خود تھا جو گھبرا گیا تو ہم کھڑے ہوئے، میں رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے کے لیے نکلا تو رسول اللہ ﷺ مجھے بنو نجار کے ایک باغ میں مل گئے۔جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا ابوہریرہ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں اللہ کے رسول ﷺ۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کی کہ آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔آپ اٹھ کر چلے آئے، پھر واپس آنے میں دیر کی تو ہم ڈر گئے کہ کہیں آپ کو ہم سے جدا نہ کر دیا گیا ہے۔“......الخ۔

اس حدیث مبارک سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کو ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں سمجھتے تھے۔ورنہ رسول اللہ ﷺ کے اٹھ کر چلے جانے اور واپس آنے میں دیر کرنے کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پریشان نہ ہوتے۔اگر وہ سمجھتے کہ اللہ کے رسول ﷺ تو ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں، ہم

سے جدا نہیں ہوئے تو واپس آنے کا کیا مطلب؟ کیونکہ آنے جانے کا معاملہ تو اس وقت ہوتا ہے جو ہر وقت، ہر جگہ موجود نہ ہو۔ اور جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہو اس کے آنے جانے کا مسئلہ ہی کوئی نہیں ہے۔

اس لیے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کو اپنی اصلاح کر کے اپنے عقیدے کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے کے مطابق کر لینا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کو ہی اللہ تعالیٰ نے معیارِ ہدایت فرمایا ہے۔

بشریت مصطفیٰ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کو انسان کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا۔ کیونکہ دنیا میں رہنے والے بشر انسان تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا منصب بھی بشر کو ہی عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاء هم الهدى الا ان قالوا أبعث الله بشراً رسولا ० قل لو كان في الارض ملئكة يمشون مطمئنين لنزلنا عليهم من السماء ملكا رسولا (بنی اسرائیل: ۹۴،۹۵)

رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کی بجائے مشرکین مکہ نے جب یہ اعتراض کر دیا کہ آپ ﷺ تو ایک بشر انسان ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے پہلے بھی لوگوں نے انبیاء کرام کو صرف اس لیے جھٹلا دیا تھا کہ وہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ نے فرمایا اے میرے پیغمبر حضرت محمد ﷺ آپ ان لوگوں کو جواب دیں کہ اگر زمین میں بسنے والے فرشتے ہوتے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیج دیتا، لیکن چونکہ زمین میں رہنے والے انسان تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول بھی بشر ہی مبعوث فرمایا۔

قرآن کریم میں کئی انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان کی قوموں کا اعتراض اور اس کا جواب بیان فرمایا ہے کہ ہر پیغمبر و رسول بشر ہی تھا، خود ہادی کائنات حضرت محمد ﷺ کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آپ ﷺ کی بشریت کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا جس کی تفصیل یہاں بیان کرنا مقصود نہیں۔ کیونکہ ان سطور میں ان لوگوں کی راہنمائی کے لیے جو اہلسنت والجماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اگر آپ واقعی اہل سنت والجماعت ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ اپنانا چاہیے۔

اور پھر اس لیے بھی کہ قرآن کریم کی ابدی صداقتوں میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان و عمل کو ہی معیار ہدایت قرار دیا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں بالتفصیل بیان ہو چکا ہے۔

اس لیے اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی بشریت کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ کیا تھا۔ لیکن یہاں یہ بات یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ جنس کے اعتبار سے بشر ''انسان'' تھے۔ البتہ عظمت، شان اور مقام کے لحاظ سے تمام انسانوں سے افضل و برتر تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور خود رسول اللہ ﷺ نے متعدد مواقع پر اپنی بشریت کا اعلان فرمایا اور یہی عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا کہ رسول اللہ ﷺ بشر انسان تھے۔ چنانچہ ام

المؤمنین صدیقہ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کام کاج کرتے ہیں، تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں ارشاد فرمایا:

كان بشرا من البشر يفلي ثوبه ويحلب شاته ويخدم نفسه

(شمائل ترمذی ص:۲۳، **باب ما جاء في تواضع رسول الله ﷺ**)

''آپ ﷺ ایک انسان تھے۔ آپ اپنے کپڑے خود صاف کرتے، اپنی بکری کا دودھ خود دھوتے اور اپنا کام خود کرلیا کرتے تھے۔''

اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ بشر ہیں، نہ صرف کہ ان کا ہی عقیدہ تھا، بلکہ وہ اس عقیدہ کی تبلیغ بھی کرتی ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ فوت نہیں ہوئے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے متعلق زبان نبوت سے فرمان جاری ہوا کہ یہ میرے چچا بھی ہیں اور باپ بھی، نے اپنے عقیدے کا اظہار یوں فرمایا کہ:

''لوگو! رسول اللہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح بشر ہیں۔ جس طرح دوسرے انسانوں کو موت آتی ہے، اس طرح رسول اللہ ﷺ کو بھی موت آئی ہے۔'' روایت کے الفاظ ہیں:

فقام العباس فقال ان رسول الله ﷺ قد مات وانه بشر وانه ياسن كما ياسن البشر اى قوم فادفنوا صاحبكم فانه اكرم على الله ...... الخ.

(دارمی۔ ص:۳۹، **باب في وفاة النبي ﷺ**)

اس روایت سے صحابی رسول ﷺ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ واضح ہوا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو بشر سمجھتے تھے اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں تھے ان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ کیونکہ ہدایت کے لیے معیار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اگر ہمارا عقیدہ بھی ان کے عقیدے جیسا ہوگا تو ہم ہدایت یافتہ ہیں، ورنہ نہیں۔

وسیلہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

اللہ تعالیٰ نے انسان کے متعلق ارشاد فرمایا کہ تم سارے کے سارے اللہ کے محتاج ہو:

﴿يايها الناس انتم الفقراء الى الله والله هو الغنى الحميد﴾ (فاطر:۱۵)

اور پھر اس انسان کو یقین دلایا کہ تمہیں جب بھی کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھ سے سوال کرو میں تمہاری ضرورت کو پورا کردوں گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وقال ربكم ادعونى استجب لكم ان الذين يستكبرون عن عبادتى سيدخلون جهنم داخرين﴾ (المومن:۶۰)

قرآن وحدیث میں ایسی بیسیوں مثالیں موجود ہیں کہ کائنات کی سب سے مقدس ترین ہستیوں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی ضروریات کے لیے اللہ تعالیٰ کو پکارا تو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک نے ان کے سوال کو پورا کردیا بلکہ ان کے سوال سے زیادہ ان کو عطا فرمایا اور یہ بات بھی قرآن کریم کی آیات بینات سے اظہر من الشمس

ہے کہ نبی ورسول نے بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہوئے کسی بھی دوسرے نبی ورسول کو وسیلہ نہیں بنایا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لوگوں کو اسی بات کا حکم دیا کہ جب بھی تمہیں کوئی ضرورت پڑے' جس وقت تم مجھے پکارو گے' میں تمہاری پکار کو قبول کرلوں گا۔اس کے لیے تمہیں کسی وسیلے کی ضرورت نہیں۔

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی والیؤمنوا بی لعلھم یرشدون (البقرہ:۱۸۶)

لیکن بعض لوگ کسی فوت شدہ یا غائب بزرگ یا نبی' ولی کو اپنی دعاؤں میں وسیلہ بنانا نہ صرف کہ جائز سمجھتے ہیں' بلکہ بعض اوقات ضروری قرار دیتے ہیں۔حالانکہ قرآن وحدیث میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔البتہ آدمی کسی زندہ آدمی سے اپنے لیے دعا کرواسکتا ہے یا اپنی کسی نیکی کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرکے کوئی سوال کرسکتا ہے۔ذیل کی سطور میں ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس عقیدے کو بیان کرتے ہیں کہ وہ کسی فوت شدہ سے نہ تو مانگتے تھے اور نہ ہی اپنی دعاؤں میں ان کو وسیلہ بناتے تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں قحط پڑ گیا تو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ سے باہر گئے اور ان سے بارش کے لیے دعا کروائی اور خود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے جب ہمیں بارش کی ضرورت ہوتی تھی تو ہم تیرے نبی ﷺ کو وسیلہ بنالیتے تھے' یعنی ان سے دعا کروالیتے تھے۔اب تیرے پیغمبر ﷺ کے چچا کو لے کر آئے ہیں۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان عمر بن الخطاب کان اذا قحط استسقی بالعباس بن عبدالمطلب فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا ﷺ فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا ﷺ فاسقنا قال فیسقون (بخاری:۱،۱۳۷،ابواب الاستسقا)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا یہ عقیدہ تھا کہ کسی فوت شدہ کو وسیلہ بنانا جائز نہیں' ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر جانے کی بجائے رسول اللہ ﷺ سے دعا کراتے۔اس لیے جو لوگ کسی فوت شدہ کو وسیلہ بنانا درست سمجھتے ہیں' انہیں اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔کیونکہ ایسے عقیدے کا ہدایت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔اس لیے کہ جن پاکباز ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے معیارِ ہدایت بیان فرمایا ہے' وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔

تکمیل دین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

اللہ تعالیٰ نے انسان کی رشد وہدایت کے لیے انبیاء ورسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر وحی کا سلسلہ جاری فرمایا' جس کا نام دین اسلام رکھا اور یہی دین اللہ تعالیٰ کا محبوب وپسند ہے۔امام کائنات حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس پر اللہ تعالیٰ نے اس دین کی تکمیل کا اعلان فرما کر آئندہ کے لیے یہ سلسلہ بند کردیا:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا.....الخ (المائدہ:۳)

جس کا واضح مطلب ومفہوم یہ تھا کہ قرآن وحدیث میں جو مسائل بیان کردیئے گئے ہیں' اسی کا نام دین اسلام ہے اور جو

مسائل دین اسلام کا حصہ ہیں انہیں بیان فرمادیا گیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص نیا مسئلہ بیان کرے گا تو اسے دین اسلام کا مسئلہ نہیں کہا جاسکتا۔ پھر اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے یا اس کا گمان اور خیال کرتا ہے تو اس کا معنی ہے کہ وہ اس آیت مبارکہ کی صداقت پر ایمان نہیں رکھتا۔ کیونکہ اگر وہ دین اسلام کو مکمل سمجھتا ہوتا تو یہ کبھی نہ سوچتا کہ فلاں مسئلہ قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔

اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ عقیدہ تھا کہ اب ہمیں کسی نئے مسئلے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر انسانی زندگی کی ضرورت کی کوئی بات بیان کرنا باقی ہوتی تو اللہ دین اسلام کی تکمیل کا اعلان نہ فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی زندگی کی آخری بیماری میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ لاؤ میں تمہیں کتاب لکھ دوں' تم میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے' تو مرادِ پیغمبر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا **حسبنا کتاب الله** کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ قرآن مجید میں دین اسلام کی تکمیل بیان کر دی گئی ہے۔ چنانچہ تکلیف کی شدت سے جب افاقہ ہوا تو بھی آپ ﷺ نے کچھ مزید لکھوانے کی ضرورت محسوس نہ فرمائی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خیال ہی کی تصویب ہوئی کہ **حسبنا کتاب الله**۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

لما حضرت رسول اللهﷺ وفی البیت رجال وقال النبیﷺ هلموا اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده قال بعضهم ان رسول اللهﷺ قد غلبه الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب الله......الخ

(بخاری ۲،۶۳۸، کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ۔ مسلم:۲،۴۳' کتاب الوصیۃ)

اس حدیث مبارک سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن وحدیث کے بعد کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ جو کچھ قرآن وحدیث میں ہے' اسے ہی اللہ تعالیٰ نے مکمل دین فرمایا ہے اور یہی عقیدہ ہدایت کے لیے معیار ہے۔ جو لوگ قرآن وحدیث کے بعد کسی خطیب کے خطبے' واعظ کے وعظ' مفتی کے فتوے' فقیہ کی فقاہت اور مجتہد کے اجتہاد کو دین میں حجت سمجھیں گے اور قرآن وحدیث کے علاوہ کسی اور کتاب' قول یا فتویٰ کو دین سمجھنے یا اس پر عمل کرنے کو ضروری قرار دیں گے وہ ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے کے خلاف ہے اور ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے وایمان کو معیار مقرر فرمایا ہے:

فان اٰمنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا

حجیت حدیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

اللہ تعالیٰ نے جس دین اسلام کی تکمیل فرمائی اور اسے لوگوں کے لیے بطور دین پسند فرمایا اس کی اساس و بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور دوسرختم الرسل ﷺ کی سنت اور حدیث ہے۔ کیونکہ جس طرح قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے اسی طرح حدیث شریف بھی وحی الٰہی ہے۔ اس لیے جیسے قرآن مجید حجت (دلیل) ہے بعینہ حدیث مبارک بھی دین میں حجت اور دلیل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ما اتاکم الرسول فخذوه ومانهاکم عنه فانتهوا (الحشر:7)

"تمہیں جو کچھ بھی رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم دے دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں رک جاؤ"

نیز قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کوفرض قرار دیکر بھی اس مسئلہ کی وضاحت فرمادی کہ حدیث حجت ہے۔

پھر ناطق وحی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا

الاانیّ اوتیت القرآن ومثله معه (مشکوٰۃ 29/1)

''مجھے قرآن مجید عطا کیا گیا اوراس کے ساتھ اس کی مثل اور چیز بھی دی گئی''

مزید ارشاد ہوتا ہے

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله (مشکوٰۃ ص 31)

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جب تک تم ان پرعمل کرو گے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اوردوسری اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت''

یہ بات بیان فرما کر حدیث شریف کے حجت ہونے کی وضاحت فرمادی گئی۔لیکن بعض لوگوں نے دین اسلام کو مٹانے اورنامکمل ثابت کرنے کے لیے حدیث شریف کے حجت ہونے کا انکار کردیا۔کسی نے خبرواحد کہہ کر چھوڑا اورکسی نے ظنی ہونے کا سہارا تراشا۔حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ عظیم ہستیاں جن کو اللہ تعالیٰ نے معیارِ ہدایت قرار دیا ہے' حدیث کو حجت مانتے تھے۔فقیہ اُمت محمد ﷺ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ان اعرابیا جاء الی رسول اللهﷺ فقال یا رسول الله دلنی علی عمل اذا عملته دخلت الجنة قال تعبد الله لا تشرک به شیاوتقیم الصلوة المکتوبة وتؤدی الزکوة المفروضة وتصوم رمضان قال والذی نفسی بیده لا ازید علی هذا شیئا ابدا ولا انقص منه فلماً ولی قال النبیﷺ من سره ان ینظر الی رجل من اهل الجنة فلینظر الی هذا. (مسلم:۱،۲۱،کتاب الایمان' باب السوال عن ارکان اسلام)

''ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اورعرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے ایسے عمل کی نشاندہی کریں جسے اپنا کر میں جنت میں داخل ہوجاؤں۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اس کے ساتھ شرک نہ کرنا' فرضی نماز قائم کرنا' فرضی زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔وہ شخص کہنے لگا مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قسم میں اس سے کچھ بھی اور کبھی بھی نہ کم کروں گا نہ زیادہ۔جب وہ شخص واپس پلٹا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔''

قارئین کرام! اس حدیث مبارک سے کس قدر واضح ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے ارکان اسلام کی پابندی کے متعلق سن کرفوراً قبول کرلیا۔کسی قسم کی چوں وچراں سوچ وبچار نہیں کی اور نہ ہی کوئی شرط قائم کی۔تو رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کے جنتی ہونے کا اعلان فرمایا۔جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ حدیث رسول ﷺ کو حجت مانتے تھے۔اگر صحابی رسول ﷺ حدیث کو حجت نہ سمجھتے ہوتے تو وہ کبھی اتنی جلدی اس بات کا اظہار نہ کرتے کہ اللہ کے رسول ﷺ جو آپ ﷺ نے فرمادیا ہے اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہ کروں گا۔

اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک کو حجت سمجھیں، تبھی ہم ہدایت یافتہ ہوں گے۔ کیونکہ ایت کا معیار پیغمبر آخرالزماں ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور جو لوگ حدیث کو حجت نہیں مانتے یا اسے غیر مشروط قبول نہیں کرتے انہیں اپنی اصلاح کرنی چاہیے تاکہ وہ بھی ہدایت حاصل کر کے آخرت میں جنت کے حقدار بن سکیں۔

اطاعت رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی و رسول علیہم السلام کو پیشوا، مقتدا اور مطاع بنا کر مبعوث فرمایا اور ہر نبی کی اُمت کو ذمہ داری سونپی کہ وہ اپنے نبی ﷺ کے ہر ہر قول و فعل (حدیث و سنت) کی اتباع و پیروی کریں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله (النساء:٦٤)

نیز پیغمبر ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری پر ہی ایمانداری کا دارومدار ہے۔

بیان فرمایا:

قل اطیعوا الله والرسول فان تولوا فان الله لا یحب الکفرین (آل عمران:٣٢)

رسول ﷺ کے صحابہ نے امام کائنات حضرت محمد ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کی وہ روایت قائم کی کہ کائنات جس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب بھی رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے کوئی حکم سنتے یا آپ کو عمل کرتے ہوئے دیکھتے تو فوراً اس پر عمل پیرا ہو جاتے۔ کسی قسم کی حیل و حجت نہیں کرتے تھے نہ اس میں اپنی عقل کو دخل دیتے اور نہ ہی کسی دوسرے کی رائے کو کوئی حیثیت۔ ان کے لیے بس رسول اللہ ﷺ کا قول و فعل ہی حرفِ آخر ہوتا۔ جس کا مشاہدہ اس حدیث مبارک سے کیا جا سکتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

((بینما رسول الله ﷺ یصلی باصحابه اذ خلع نعلیه فوضعها عن یساره فلما رای القوم ذالک القوا نعالهم فلما قضی رسول الله ﷺ صلوته قال ما حملکم علی القائکم نعالکم قالوا رایناک القیت نعلیک فالقینا نعالنا فقال رسول الله ﷺ ان جبرائیل علیه السلام اتانی فاخبرنی ان فیها قدرا...... الخ)) (ابوداؤد ۱/۱۰۲، باب الصلوٰۃ فی النعل، کتاب الصلوٰۃ)

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ ﷺ نے دورانِ نماز اپنا جوتا اتار کر اپنی بائیں جانب رکھ لیا۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنے جوتے کیوں اتارے ہیں؟ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ آپ نے جو اپنا جوتا اتار دیا تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ جوتے کو گندگی لگی ہوئی ہے۔ تو میں نے اس وجہ سے جوتا اتار دیا تھا۔''

خواندگانِ محترم! غور کیجیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اپنا جوتا اتار دیا ہے تو انہوں نے اپنے جوتے اتار دیئے۔ یہ نہیں سوچا کہ نماز کے بعد آپ ﷺ سے معلوم کریں گے کہ کیا وجہ تھی؟ ہمیں

ایسا کرنا چاہیے یا نہیں؟ بلکہ فوراً اس پر عمل کیا۔اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کی ہدایت کے لیے یہ شرط رکھ دی کہ تمہیں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسا ایمان پیش کرنا ہوگا' ورنہ تم ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ جب بھی ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح حدیث مل جائے تو ہم اس پر فوراً عمل کریں۔ کسی کے قول' فتویٰ یا درائیت کا سہارا لے کر رسول اللہ ﷺ کی پیاری حدیث یا سنت کو نہ ٹھکرا دیں۔ کیونکہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے معیارِ ہدایت مقرر کیا ہے' ان کا طرزِ عمل یہ نہ تھا۔

تقلید اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

گزشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کو کس قدر ضروری خیال کرتے تھے۔ جیسے ہی آپ ﷺ کو کوئی کام کرتے دیکھا تو فوراً اسی کو اپنا لیا۔اس کے لیے نہ ان کی کوئی شرائط تھیں اور نہ ہی حدود و قیود۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کلمہ طیبہ پڑھنے کا مقصد' مطلب و مفہوم ہی یہ ہے کہ زندگی کے ہر ہر لمحے میں بس رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع ہی ضروری بھی ہے اور کافی بھی۔

گویا کہ کلمہ پڑھنے والا یہ عہد کرتا ہے کہ وہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرے گا اور غیر مشروط اطاعت و فرمانبرداری امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی اور جو شخص بھی کلمہ پڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے خلاف کسی دوسرے شخص کی پیروی کرتا ہے' جسے عرف عام میں تقلید کہا جاتا ہے یا پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے علاوہ مخلوق میں سے کسی شخصیت کی پیروی کو غیر مشروط لازم قرار دیتا ہے' وہ رسول اللہ ﷺ سے بے وفائی کا مرتکب ہوتا ہے۔

ان سطور میں چونکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ تقلید جو ایک وباء کی صورت میں معاشرے میں پھیل چکی ہے' کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نظریہ اور کردار کیا تھا؟ تاکہ ہم بھی وہی نظریہ اپنا کر ہدایت حاصل کر سکیں۔ کیونکہ ہدایت کے لیے اللہ رب العزت نے معیار رسول ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بیان فرمایا ہے:

فان آمنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا

لیکن اس سے پہلے یہ جاننا انتہائی ضروری ہے اور مفید بھی کہ تقلید ہے کیا چیز؟ تاکہ آئندہ سطور میں بیان کی جانے والی بات کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

تقلید کیا ہے؟

لغوی طور پر تقلید کہتے ہیں بغیر کسی غور و فکر' سوچ و بچار کے کسی دوسرے کی پیروی کرنے کو۔

لغت کی مشہور اور اہم کتاب غیاث اللغات کے صفحہ نمبر ۱۰۳ پر تقلید کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ ''تقلید گردن بند در گردن انداختن و کار بعہد کسے ساختن و بر گردن خود کار بگرفتن''

تقلید! گلے میں پٹہ ڈالنے کا نام ہے اور کسی کی ذمہ داری پر کام کرنا۔اپنی گردن پر یعنی اپنے ذمہ کوئی کام لینا۔

المنجد وغیرہ لغت کی کتابوں میں بھی مختلف الفاظ کے ساتھ تقلید کی یہی تعریف کی گئی ہے۔اصطلاحی لحاظ سے بھی تقلید کا یہی معنی ہے کہ قرآن و حدیث کے علاوہ کسی دوسرے کی بات کو بغیر دلیل شرعی (قرآن و حدیث) معلوم کیے قبول کر لینا اور پھر اسی پر ہی کاربند رہنا۔اگرچہ قرآن و حدیث کی دلیل اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

باوجود قرآن وحدیث کے دلائل معلوم ہونے کے جوشخص اپنے امام اور مجتہد کی بات کو چھوڑ کر قرآن وحدیث پر عمل نہیں کرتا' وہ تقلید کا مرتکب ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص قرآن وحدیث کے مقابلے میں اپنے امام' پیشوا اور مقتدیٰ کی بات کو ترک کر کے قرآن وحدیث پر عمل کرتا ہے تو وہ شخص ہرگز ہرگز مقلد نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ اصول کی کتابوں میں یہ بات درج ہے:

فاما المقلد فالدليل عنده قول المجتهد فالمقلد يقول هذا الحكم واقع عندی لانه ادی اليه رأی ابی حنيفه رحمه الله و كل ما ادی اليه رأيه فهو واقع عندی (شرح التلویح علی التوضیح۔ص:۱/۲۱)

''مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہی ہے۔ مقلد صرف یہ کہے کہ اس مسئلہ کا حکم میرے نزدیک یہی ہے کیونکہ میرے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہی ہے اور جو رائے میرے امام کی ہوگی' میرے نزدیک تو وہی صحیح ہے۔''

اسی طرح ملا علی قاری حنفی تقلید کی تعریف میں فرماتے ہیں:

والتقليد قبول قول الغير بلا دليل فكانه لقبوله جعله قلادة فی عنقه

(قصیدہ امالی بحوالہ حقیقۃ الفقہ۔ص:۳۰)

''غیر نبی کی بات کو بغیر دلیل قبول کرنے کا نام تقلید ہے۔''

علامہ سبکی فرماتے ہیں:

التقليد اخذ القول من غير معرفة دليله (جمع الجوامع۔ص:۲/۳۹۲)

''کسی کے قول کو دلیل معلوم کیے بغیر قبول کرنا تقلید ہے۔''

اس کے علاوہ اور بہت سے علماء کرام نے بھی تقلید کی تعریف انہی الفاظ میں کی ہے۔ لیکن اختصار کی وجہ سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تقلید کی تاریخ پیدائش

تقلید کی تعریف معلوم کرنے کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اس کا وجود نامسعود کب سے ہوا ہے؟ تو اس سلسلے میں بہت سے محدثین' مفسرین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ تقلید کا وجود خیر القرون (جس دور کو رسول اللہ ﷺ نے زبان نبوت سے بہترین دور قرار دیا) میں نہیں تھا۔

جس کی تفصیل راقم نے اپنی کتاب ''احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف'' میں درج کی ہے۔ یہاں اختصار کے پیش نظر صرف ایک دو حوالے ان بزرگوں کے نقل کرتا ہوں' جن کے متعلق مقلدین حضرات بھی مقلد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم الناس كانوا قبل المائة الرابعة غير مجمعين على التقليد الخالص المذهب واحد بعينه (حجۃ اللہ البالغہ۔ص:۱/۱۵۲)

جان لو کہ چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی خالص ایک مذہب پر متفق نہ تھے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی فرماتے ہیں:

فان اهل السنة قد افترق بعد القرون الثلاثه او الا ربعة على اربعة مذاهب (تفسیر مظهری. ص:۲/۶۴)

اہل سنت تین یا چار صدیاں گزرنے کے بعد چار مذہبوں میں تقسیم ہو گئے۔

عزیز قارئین! مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تقلید زمانہ نبوت سے تین چار سو سال بعد وجود میں آئی۔ اب جو چیز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک زمانہ میں تھی ہی نہیں۔ کوئی صحابی رسول ﷺ اس کا قائل و فاعل کیسے ہو سکتا ہے؟ مگر بعض لوگ اپنے اس تارِ عنکبوت سے کمزور مذہب اور عقیدے کو تحفظ دینے کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام کو استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ پاکباز ہستیاں اس سے مبرا تھیں۔ جیسا کہ آئندہ سطور میں ان شاء اللہ اس کا بیان آئے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں کوئی صحابی بھی کسی دوسرے صحابی کا نہ تو مقلد تھا اور نہ ہی کسی دوسرے صحابی کی طرف کسی صحابی نے نسبت کر کے مذہب تشکیل دیا۔ دنیا بھر کے مقلدین حضرات خواہ وہ حنفی ہوں، شافعی ہوں یا مالکی اور حنبلی، کسی ایک صحابی کو بھی دوسرے صحابی کا مقلد ثابت نہیں کر سکتے۔ ان شاء اللہ۔

کھڑا ہے دیر سے عاشق کفن باندھے ہوئے سر پر
میں صدقے دست قاتل کے میرے قاتل نکل گھر سے

ان تمہیدی کلمات کے بعد اب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرزِ عمل کو ان کے اقوال اور افعال کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ جس چیز کا نام تقلید ہے (جو گذشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے) اس کا تو ان پاکباز اور مقدس ہستیوں کی زندگی میں شائبہ تک موجود نہیں۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تقلید کا رَدّ

رفیق پیغمبر، امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت وہ عظیم ہستی ہے جس کے متعلق امام کائنات حضرت محمد ﷺ نے زبانِ نبوت سے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ اور تمام مومن ابوبکر کے علاوہ کسی دوسرے کو امام تسلیم ہی نہیں کرتے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''فان احسنت فاعینونی وان اسات فقومونی''

''اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں غلطی کروں تو مجھے سیدھا کرنا''۔

مزید فرمایا:

''اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم'' (تاریخ الخلفاء۔ ص:۵۸، مختصر سیرت الرسول ﷺ ص:۴۶۸)

''جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو پھر تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تقلید کی تردید

مرادِ رسول اللہ ﷺ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اقدس وہ عظیم ہستی ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا کہ جس راستے سے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزر جاتے ہیں شیطان وہ راستہ ہی چھوڑ دیتا ہے اور یہ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقامِ نبوت عطا فرماتے۔ یہی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''السنة ما سنه الله ورسولهﷺ لا تجعلوا خطا الرای سنة للأمة''

(الاعلام الموقعین۔ص:۱/۵۴)

''کہ سنت تو وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سنت قرار دیا ہے۔ تم (لوگوں کی) غلط رائے کو اُمت کے لیے سنت نہ بناؤ''

بلکہ فیصلہ کن انداز میں یوں فرمایا کرتے تھے:

''والذی نفس عمر بیده ما قبض الله تعالیٰ روح نبیهﷺ ولا رفع الوحی عنه حتی اغنی امته کلهم عن الرأی'' (میزان شعرانی۔ص:۱/۵۱)

''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں عمر کی جان ہے' اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک اپنے نبی ﷺ کی روح کو قبض نہیں کیا اور نہ ہی وحی کا سلسلہ منقطع فرمایا۔ جب تک کہ آپ کی تمام اُمت کو رائے سے بے پرواہ نہیں کر دیا۔''

کیونکہ دین تو مکمل ہو چکا ہے' اگر دین میں کوئی مسئلہ ایسا رہ گیا ہوتا کہ جس کا بیان قرآن وحدیث میں نہیں تو اس کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ ابھی تک دین مکمل نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الیوم اکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا﴾

اسی لیے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے لوگوں سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا جو قرآن وحدیث کو چھوڑ کر امتیوں کے اقوال کو حجت جانتے ہیں:

''ایاکم واصحاب الرای فانهم اعداء السنن اعیتهم الاحادیث ان تحفظوها فقالوا بالرأی فضلوا واضلوا'' (اعلام الموقعین۔ص:۱/۵۵)

''رائے اور قیاس والوں سے بچو کہ بے شک وہ سنت کے دشمن ہیں۔ جب احادیث یاد کرنے سے عاجز آ جاتے ہیں تو رائے اور قیاس سے فتویٰ دینا شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے خود بھی گمراہ ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔''

خواندگانِ محترم! آج جب ہم مقلدین حضرات کو دیکھتے ہیں تو خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ کی صداقت حرف بحرف نظر آتی ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو ٹھکرانے کے لیے کس قدر حیلے اور بہانے تراشتے ہیں' جو ان مقلدین حضرات کی سنت رسول ﷺ سے دشمنی کی چغلی کھاتے ہیں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ فجر کی سنتیں ادا کرنے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے اپنی داہنی کروٹ لیٹتے تھے۔ مگر مقلدین حضرات نے اس سنت کو لوگوں سے چھڑوانے کے لیے بہانہ بنایا کہ رسول اللہ ﷺ تو رات دیر تک اللہ کی عبادت کرتے ہوئے تھک جاتے تھے اس لیے آپ آرام کرنے کے لیے لیٹ جاتے۔ (استغفر اللہ)

حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اُمتیوں کو بھی فجر کی سنتوں کے بعد دائیں جانب لیٹنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی طرح مغرب کی اذان اور جماعت کے درمیان دو رکعت نماز کا مسئلہ ہے' جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ مگر

مقلدین حضرات نے لوگوں کو اس سنت پر عمل کرنے سے روکنے کے لیے یہ حیلہ کرلیا کہ مغرب کی نماز کا وقت کم ہوتا ہے۔اس لیے تاخیر سے بچنے کے لیے یہ ادا نہیں کرنی چاہئیں بلکہ جلدی سے فرض نماز ادا کرلیں۔

اسی طرح خطبہ جمعہ کے دوران جو شخص مسجد میں آتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو حکم فرمایا کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔حتیٰ کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو جو دورانِ خطبہ مسجد میں تشریف لائے اور بیٹھ گئے' فرمایا تھا کہ کیا تو نے نماز پڑھی ہے اور پھر اس کا منفی جواب سن کر فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ۔پہلے دو رکعت نماز ادا کرو پھر بیٹھو۔مگر اس سنت پر عمل کرنے سے لوگوں کو روکنے کے لیے کئی تاویلیں' حیلے اور بہانے تراشے گئے کہ الامان والحفیظ۔کہ وہ تو ایک غریب آدمی تھا' اس سے مالی تعاون کروانا مقصود تھا کہ لوگ اس کی حالت کو دیکھ کر اس سے تعاون کریں۔وغیرہ وغیرہ۔

قارئین کرام! یہ میرا موضوع نہیں' ورنہ میں ایسی سینکڑوں مثالیں پیش کرتا کہ جہاں مقلدین حضرات نے سنت رسول ﷺ سے دشمنی کی انتہا کردی ہے۔اللہ تعالیٰ نے توفیق فرمائی تو کسی نشست میں یہ قضیہ چکانے کا ارادہ بھی رکھتا ہوں۔بہرحال یہ کسی دوسرے موقع کے لیے اٹھا رکھتا ہوں۔ان سطور میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تقلید کا رد بیان کرنا مقصود ہے تا کہ یہ بات واضح ہو سکے کہ تقلیدی مذہب ہدایت کا سبب نہیں بلکہ قرآنی فیصلہ کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان ہی معیارِ ہدایت ہے اور ان کے ایمان میں تقلید کا رد' تقلیدی مذہب سے دوری اور مقلدین سے نفرت بھی شامل ہے۔

خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تقلید کی تردید

خلیفہ ثالث' شہید مدینہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ مقدس شخصیت جن کے متعلق امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تو آسمانوں کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کسی کی تقلید کے بجائے قرآن وحدیث کے احکام کو ہی ترجیح دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں:

"انا واللہ مع عثمان بن عفان بالجحفة اذ قال عثمان وذكر له التمتع بالعمرة الى الحج اتموا الحج واخلصوه فى اشهر الحج فلو اخرتم هذه العمرة حتى تذوروا هذا البيت زورتين كان افضل فان الله قد اوسع فى الخير فقال له على عمدت الى سنة رسول الله ﷺ ورخصة رخص الله لعباد بها فى كتابه تضيق عليهم فيها وتنهى عنها وكانت لذى الحاجة ولنائى الدار ثم اهل على بعمرة وحج معافا قبل عثمان بن عفان رضى الله تعالىٰ عنه على الناس فقال انهيت عنها؟ انى لم انه عنها انما كان رايا اشرت به فمن شاء اخذه ومن شاء تركه" (اعلام الموقعین۔ص:۱/۵۸)

''ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ لوگو! اگر تم حج کے مہینے میں صرف حج ہی کرو اور عمرہ بعد میں ادا کر لینا تو یہ تمہارے لیے افضل ہوگا۔تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ اے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی رخصت دی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت بھی ہے تو آپ لوگوں کو تنگی میں کیوں ڈالتے ہیں؟ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں سے متوجہ ہو کر

فرمانے لگے کہ میں نے تمہیں حج اور عمرہ ادا کرنے سے منع نہیں کیا تھا' میں نے فقط ایک مشورہ دیا تھا جس کا جی چاہے قبول کر لے اور جس کا جی چاہے وہ قبول نہ کرے۔"

خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تقلید کا رد

خلیفہ چہارم دامادِ پیغمبر ﷺ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ وعمل تو مذکورہ واقعہ سے ہی واضح ہو جاتا ہے۔ وہ قرآن و حدیث کے مقابلہ میں امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مشورہ پر غور کرنے کے لیے بھی تیار نہیں۔ چہ جائیکہ وہ ان کی تقلید کریں' لیکن قارئین کی مزید تشفی کے لیے ان کا اپنا ایک فرمان بھی پیش خدمت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لو کان الدین بالرأی لکان اسفل الخف اولیٰ بالمسح من اعلاہ وقد رأیت رسول اللہ ﷺ یمسح علی ظاھر خفیہ. (بلوغ المرام۔ص:۳۲)

"اگر دین رائے کا نام ہوتا تو پھر بہتر تھا کہ موزوں پر مسح اوپر کرنے کی بجائے نیچے والے حصے پر کیا جاتا' لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ موزوں کے اوپر مسح کیا کرتے تھے۔"

قارئین کرام! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس قدر واضح الفاظ میں رائے اور قیاس کو دین سے الگ کر کے واضح کر دیا ہے کہ عقل چاہے تسلیم کرے یا نہ کرے' مگر جو پیغمبر کائنات حضرت محمد ﷺ نے فرما دیا' یا پھر عمل کر کے دکھا دیا اسی کو اپنایا جائے گا اور اس کے مطابق ہی عمل ہوگا۔ کیونکہ دین میں معیار کسی شخص کی عقل' فہم وفراست نہیں' بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت ہے۔

حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رد تقلید

بات سمجھنے کے لیے تو خلفاء راشدین کے اقوال وافعال ہی کافی تھے' لیکن بات کو مزید واضح کرنے کے لیے چند ایک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال کو پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخصیت ہیں جن کا نام آج کے مقلدین حضرات کا ایک گروہ اپنے مذہب کے تحفظ اور بچاؤ کے لیے اکثر استعمال کرتا ہے اور ان کے بعض اقوال کو تقلید کے جواز پر دلیل بنانے کی سعی لاحاصل کرتا ہے۔ جس کی قدرے تفصیل اور اس کا مناسب رد میں نے اپنی کتاب "احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف" میں کر دیا ہے۔ یہاں صرف ان کے چند ایک اقوال نقل کرنے پر اکتفا کروں گا' جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ تقلید اور مقلدین کے خلاف کس قدر سخت موقف رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"لا یأتی علیکم زمان الا وھو شر من الذی قبلہ اما انی لا اقول امیر خیر ولا عام اخصب من عام ولکن فقھاؤکم یذھبون ثم لا تجدون منھم خلفاء ویجئی قوم یقیسون الامور برایھم." (جامع العلم۔ص:۲/۱۳۵)

"اے لوگو! تم پر جو بھی سال آئے گا وہ گذشتہ سال سے بُرا ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے سال امیر اچھا ہوگا اور بارشیں زیادہ ہوں گی یا فصلیں عمدہ ہوں گی اور دوسرے سال نہیں ہوں گی۔ بلکہ بات یہ ہے کہ علماء فوت ہو جائیں گے اور تم

ان علماء کے جانشین حاصل نہیں کر سکو گے اور پھر ایک ایسی قوم آئے گی جو دینی امور میں رائے زنی کرے گی (اور یہی بدتری کی وجہ ہوگی کہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر رائے اور قیاس پر عمل کیا جائے گا)۔"

بلکہ آپ نے مزید فرمایا:

"ولکن ذهاب خیارکم وعلماء کم ثم یحدث قوم یقیسون الامور برأیهم فینهدم الاسلام ویثلم" (اعلام الموقعین ۱/ ۵۷)

"تمہارے بہترین لوگ اور علماء فوت ہو جائیں گے۔ پھر ایک قوم پیدا ہوگی جو معاملات کو (قرآن وحدیث کے بجائے) رائے اور قیاس سے طے کرے گی؛ جس کی وجہ سے اسلام منہدم ہو جائے گا اور اس میں عیب نظر آنے لگیں گے۔"

آج دیکھ لیں جب رائے اور قیاس کو اپنایا گیا تو اسلام کی عمارت کو شدید ترین نقصان پہنچا۔ وہ مسلمان جو کبھی غیروں کے مقابلہ میں صف آراء تھے اس تقلید کو اپنانے کی وجہ سے آپس میں ہی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن گئے۔ جس کی وجہ سے غیر مسلم اقوام کو مسلمانوں کے خون، عزت اور مال سے کھیلنے کا موقع مل گیا اور جب قرآن وسنت کو چھوڑ کر تقلید کی گئی تو اس سے اسلام میں عیب بھی نظر آنے لگے (لیکن صرف مقلدین حضرات کو) کہ معاذ اللہ پہلے اسلام نامکمل تھا اب تقلید کریں گے تو پھر مکمل ہوگا۔

اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصیحت اور وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

"اتبعو ولا تبتدعوا فقد کفیتم" (دارمی۔ص:۱/ ۱۶۱)

قرآن وحدیث کی پیروی کرو نئی نئی باتیں مت نکالو تمہیں صرف قرآن وحدیث ہی کافی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تقلید کی تردید

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں وہ عظیم شخصیت ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بچپن میں دینی فقاہت اور فہم وفراست سے نواز دیا تھا۔ یہ تقلید کے سخت خلاف تھے اور سنت رسول ﷺ پر سختی سے پابند تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ حج تمتع جائز ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جائز ہے۔ تو وہ آدمی کہنے لگا کہ آپ اس کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ جبکہ آپ کے والد محترم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر پابندی لگا دی ہے۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے میرے باپ نے تو اس سے منع کیا ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ارشاد فرمایا وہ مقلدین حضرات کے لیے سامان عبرت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"امر ابی یتبع ام امر رسول اللہ ﷺ" (ترمذی۔ص:۱/ ۱۶۹)

"کیا اتباع میرے ابو کے حکم کی ہوگی یا امام اعظم رسول اللہ ﷺ کے حکم کی؟"

یعنی رسول اللہ ﷺ کے فرمان عالی کے ہوتے ہوئے میرے ابو کی پیروی تو نہیں کی جائے گی اور پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے لوگوں کو بھی صرف اور صرف قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے

حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا:

''انک من فقهاء البصرة فلا تفت الا بقرآن او سنة ماضية فانک ان فعلت غير ذالک هلكت واهلكت'' (دارمی۔ص:۱/۵۴)

''کہ آپ فقہائے بصرہ میں سے ہیں (یاد رکھو) جب بھی فتویٰ دینا قرآن وسنت کے مطابق ہی دینا اگر اس کے علاوہ (رائے اور قیاس سے) فتویٰ دو گے تو خود بھی ہلاک ہو گے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرو گے۔

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تقلید کا رد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح تقلید کے سخت خلاف تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

''ويل للاتباع في عثرات العالم قيل كيف ذالک قال يقول العالم شيئا برأيه ثم يجد من هو اعلم برسول اللهﷺ منه فيترک قوله ذالک ثم تمضي الاتباع'' (جامع العلم۔ص:۱/۱۱۲)

کہ علماء کے اقوال کی پیروی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ (کہ علماء کی اتباع سے آدمی ہلاک ہو جائے) تو آپ نے فرمایا کہ (بعض اوقات) ایک عالم دین اپنی رائے سے کوئی بات کہہ دیتا ہے، پھر حدیث رسول ﷺ کا علم ہو جانے کے بعد اپنے قول کو چھوڑ دیتا ہے اور سنت کی اتباع کرتا ہے۔ مگر اس کی تقلید کرنے والا تو حدیث کے مخالف قول پر ہی عمل کرتا رہتا ہے۔ بلکہ آپ نے تو یہاں تک فرمایا:

''من احدث رأيا ليس في كتاب الله ولم تمض به سنة من رسول اللهﷺ لم يدر على ما هو منه اذا لقي الله عزوجل'' (اعلام الموقعین، ص:۱/۵۸)

''جس شخص نے قرآن وحدیث کے خلاف اپنی رائے ایجاد کر لی تو اس کے متعلق کوئی علم نہیں کہ جب قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو کس حالت میں ہوگا؟''

قارئین کرام! یہ چند کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال وافعال تھے جن سے تقلید کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نظریات واضح ہوتے ہیں۔ اس لیے ہم سب کو بھی چاہیے کہ ہم آراء الرجال کی تقلید کی بجائے قرآن وحدیث پر عمل پیرا ہوں۔ کیونکہ جن مقدس ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے معیارِ ہدایت بیان فرمایا ہے، وہ تقلید سے سخت نفرت کرتے تھے اور تقلیدی مذہب کے شدید ترین مخالف تھے۔ اگر ہم نے ان کے عقائد واعمال کے خلاف قرآن وحدیث کو چھوڑ کر تقلیدی مذہب کو اپنا لیا اور تقلید کرنے لگے تو قرآن مجید کے فیصلہ کے مطابق ہدایت سے دور ہو جائیں گے۔

ان لوگوں کے لیے خصوصی دعوتِ فکر ہے جو حق کے متلاشی ہیں اور پورے خلوص سے کسی بھی عمل کو اچھا اور نیکی سمجھ کر اپنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ تقلیدی دلدل سے نکل کر کتاب وسنت کی شاہراہِ اعظم پہ آ جائیں۔ البتہ جو لوگ اعلانیہ قرآن وسنت کا انکار

کرتے ہیں اور تقلید کو بطور ڈھال کے استعمال کرتے ہیں یعنی تقلید کی وجہ سے ہی قرآن وحدیث کے احکامات کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ ان پر حق واضح ہو چکا ہے ان کے لیے تو صرف دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح تقلید سے نفرت کرنے اور کتاب وسنت پر عمل کرنے والا بنادے۔ لیکن ۔

شاید کہ وہ لوگ قفس میں ہی عمریں گنوائیں
گئی بھول جن کو صحراء کی فضائیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وحدیث پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ سادہ لوح لوگوں کو ورغلانے کے لیے کہتے ہیں کہ جی دیکھو جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہ میرا ابو ہے یا یہ میری امی ہے یہ بہن بھائی ہیں اور نہ ہی آپ کسی چیز کے متعلق جانتے تھے۔ تو آپ کو کسی نے بتایا کہ یہ تیری امی یہ تمہارے ابو یہ بہن بھائی ہیں۔ یہ آگ پانی یہ لکڑی لوہا وغیرہ ہے۔ تو آپ نے تسلیم کر لیا۔ لہٰذا آپ بھی مقلد ہو گئے اور پھر آپ نے جس مسئلہ پر کسی کتاب سے پڑھ کر یا کسی استاد سے معلوم کر کے عمل کیا تو آپ اس استاد یا کتاب کے مصنف کے مقلد بن گئے۔

حالانکہ یہ ساری باتیں محض ''ڈھکوسلہ'' ہیں۔ ان اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس طرح تو کوئی حنفی شافعی مالکی اور حنبلی نہیں رہے گا۔ کیونکہ آج کے دور میں حنفی مقلدین نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تو کچھ نہیں پڑھا سنا اور سیکھا۔ اگر کسی استاد سے معلوم کرنا یا کسی کتاب سے پڑھ لینا استاد یا مصنف کی تقلید ہے تو پھر مقلدین کو بھی حنفی شافعی وغیرہ کہلانے کی بجائے اپنے استاد جس سے فقہ حنفی کی کتاب پڑھی ہو اس کی طرف نسبت کرنی چاہیے اور اگر ایک سے زیادہ اساتذہ سے کسب علم کیا ہے تو ان سب کی طرف نسبت کرنی چاہیے۔ اسی طرح جس کتاب کو پڑھ کر امام صاحب کا موقف معلوم ہوا ان کو امام صاحب کی بجائے اس کتاب کے مصنف کی طرف نسبت کرنا ہوگی۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ کے فضل وکرم سے دنیا میں کوئی حنفی شافعی مالکی حنبلی وغیرہ نہیں رہے گا۔

لایا تو ہے نصیب ہمیں کوئے یار تک
دیکھیں گزر ہو یا نہ ہو اس گل عزار تک

اس لیے تاویلات کی کوئی حقیقت نہیں۔ تقلید کہتے ہیں قرآن وحدیث کے خلاف کسی دوسرے کی بات کو قبول کرنا اور اس پر ڈٹے رہنا۔ ان اعتراضات کا تفصیلی جواب میں نے اپنی کتاب ''خرافاتِ حنفیت'' میں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے اور اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.

(ماخوذ از ''جواھر ہدایت'' مصنف فاروق الرحمٰن یزدانی مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد)